مولانا محمد یوسف فیصل گجار

شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یادمیں!

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ جب خطابت کی جولانیوں میں سلف صالحین کی دینی جدوجہد اور تابناک ماضی وقربانیوں کا تذکرہ کرتے تو اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

هرگز نه میرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریده عالم دوام ما

علامہ صاحب کی شہادت کو اگرچہ کئی سال گزر گئے لیکن یادوں کے جھروکوں سے وہ بھلائے نہیں بھولتے خاص طور پر مارچ کا مہینہ جب آتا ہے اور پھر 23 مارچ کے دن تو ان کی بھولی بسری یادیں تازہ ہوجاتی ہیں بس ایسا لگتا ہے کہ

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے گیا ہے کوئی

آج اگر بیس برس بعد بھی علامہ صاحب کی حسین یادیں زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ موت ان کے اعلیٰ مقام کو ختم نہیں کرسکی بقول کسے

''جسم کے مٹ جانے سے جن لوگوں کی یادیں بھی ختم ہوجائیں تو سمجھو وہ کھوکھلے لوگ تھے اس دنیا کے اسٹیج پر ان کوئی کردار نہ تھا۔''

علامہ صاحب سیالکوٹ کے اس مردم خیز خطے سے تعلق رکھتے تھے جس نے علامہ اقبالؒ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹ، علامہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، اور امیر محترم علامہ ساجد میر حفظہ اللہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں پیدا کیں، علامہ کی کونسی عظمت کا ذکر کیا جائے وہ تو ہمہ اوصاف قسم کے ایک غیر معمولی انسان تھے علماء میں ایک ثقہ عالم دین، خطیبوں میں بلند پایہ خطیب مولفین ادیبوں میں نامور ادیب، سیاستدانوں میں ایک منجھے ہوئے سیاستدان، قائدین وراہنماؤں میں ایک مدبر قائد ومفکر جیسی گوناگوں صفات سے پہنچانے جاتے تھے، ملک کا کونسا چھوٹا بڑا شہر ہے جوان کے شعلہ نوا خطاب سے نہ گونج گیا ہو بلکہ یورپ اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر ملکوں میں ان کی خطابت کے ڈنکے بجتے رہے۔ تحریکِ جمہوریت ہو کہ تحریکِ ختم نبوت تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا قومی یکجہتی اور اتحاد ملی کی تحریک علامہ ان سب کے روح رواں ہی نہیں ہراول دستہ کے طور پر متحرک دیکھے جاتے۔ وہ اپنے رفقاء واحباب کے دل وجان کے ہمدرد اور سچے خیر خواہ نظر آتے، طلباء دین اور نوخیز ونوجوان علماء کی دلجوئی وحوصلہ افزائی ایک مشفق استاذ کی طرح کرتے، اللہ تعالیٰ نے انہیں متناسب قد وقامت کے ساتھ جسمانی صحت وتوانائی اور بڑے رعب ودبدبہ سے نوازا تھا عام وخاص مجالس ہوں یا عظیم اجتماعات ان کی شخصیت اور گفتگو وکلام کا بانکپن انتہائی دلربا ہوتا حق گوئی وبیباکی ان کا طرہ امتیاز تھا گویا وہ اس شعر کے آئینہ وعکس تھے

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے

مایوسی یا افسردگی علامہ صاحب کی لغت میں تھی ہی نہیں کسی معاملہ میں جب وہ عزم کر لیتے تو کٹھن راہوں یا قید و بند کی صعوبتوں کی ہرگز پرواہ نہ کرتے، فقیہہ مصلحت کو وہ کسی طرح خاطر میں نہ لاتے۔ ساتھیوں کو اور علم و فضل سے بہرہ ور لوگوں کو ہمیشہ خودداری و عزیمت کی نصیحتیں کرتے، صاحب ثروت اور امراء کی عزت کرتے مگر علماء و فقراء پر انہیں کبھی ترجیح نہ دیتے۔

علامہ صاحب سے میرا تعارف ان کے دورِ طالب علمی سے تھا، جامعہ سلفیہ میں جب وہ آئے تو یہ تعارف دوستی میں بدل گیا، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور سعودی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب انہوں نے چینیاں والی مسجد کی خطابت اور ''اہلحدیث'' کی ادارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ان سے روابط بڑھتے چلے گئے جن میں مودت و رافت یہاں تک ہوگئی کہ فیصل آباد جھنگ، خانیوال اور ملتان تک کے علاقوں میں ان کے تبلیغی و جماعتی سفروں میں میری رفاقت ضروری ہوتی۔ جماعتی اختلافات کے دور میں بھی ان تعلقات میں کوئی فرق نہ آنے پایا یہی وجہ ہے کہ ان اختلافات کے سلسلہ کی بات چیت اور مصالحتی کمیٹیوں میں میاں فضل حق گروپ کی طرف سے میری شرکت لازمی سمجھی جاتی۔ شدید اختلافات کے انہی دنوں 79ء میں وہ رابطہ عالم اسلامی کیطرف سے حج پر تھے مجھے بھی یہ سعادت حاصل تھی مکہ معظمہ میں رابطہ کے اجلاس میں علامہ صاحب مجھے ہمراہ لے جاتے ائمہ کعبۃ اللہ اور بعض علمی شخصیات سے خصوصی ملاقاتوں میں بھی ان کے ہمراہ ہی رہا۔

80ء میں جنرل ضیاء الحق نے ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی ڈپلومہ کلاسز کے احکامات جاری کئے تو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر ہمارے دوست ڈاکٹر غلام رسول مرحوم نے کہا کہ یونیورسٹی میں عربی کورس کے اجراء اور افتتاحی تقریب کے لئے کسی نامی گرامی شخصیت کے متعلق بتایئے میں نے علامہ صاحب کے بارے میں بتایا کیونکہ ان ایام میں علامہ صاحب کی خطابت اور علمی فضیلت کا شہرہ ملک اور بیرون ملک عروج پر تھا، ڈاکٹر صاحب نے جواب میں کہا علامہ صاحب سیاسی لیڈر بھی ہیں اگر وہ تقریر میں سیاسیات میں چلے گئے تو میری شامت آجائے گی۔ میں نے ذمہ لیا کہ علامہ صاحب کو عرض کریں گے وہ انشاء اللہ موضوع پر رہیں گے۔ چنانچہ علامہ صاحب بخوشی تشریف لائے اور خطاب کیا، یونیورسٹی کے لان میں بڑا شاندار اہتمام کیا گیا تھا ملک کی تمام یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز اور شہر کے علماء و زعما اور معروف سکالرز و دانشور مدعوین میں شامل تھے۔ علامہ صاحب نے اردو میں عربی زبان کی افادیت و ہمہ گیری اور اہمیت پر ڈیڑھ گھنٹہ پرمغز خطاب کیا اس کے بعد عرب ممالک کے طلبہ کی خواہش پر علیحدہ اقبال ہال میں عربی زبان میں فصیح و بلیغ خطاب فرمایا صورتِ حال یہ تھی کہ اساتذہ و طلبہ بیحد محفوظ ہوئے اور جھوم جھوم گئے۔ علامہ صاحب نے پروگرام کی کامیابی اور شان و شوکت سے متاثر ہو کر مجھے کہ پنجاب یونیورسٹی میں بہت دفعہ طلباء نے تقریر کے لئے کوششیں کیں ہیں لیکن ہر بار حکمرانوں نے رکاوٹیں کھڑی کیں دنیا کی سب سے بڑی اس زرعی یونیورسٹی میں آکر مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔

علامہ صاحب کے ساتھ ان عملاً گہرے مراسم سے ہمارے بہت سے نادان دوست سیخ پا ہوتے رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر فضل و کرم رہا کہ میں نے آج تک کسی سے ذاتی مراعات یا مفادات نہیں اٹھائے اس لئے کبھی ایسی باتوں کو وقعت نہیں دی میرے والد علیہ الرحمہ مجھے ہمیشہ فرماتے کہ ہر اہلِ علم کی تکریم و احترام کرو خواہ وہ جماعت کے کسی دھڑے یا گروپ سے تعلق رکھتے ہوں لیکن اکابر کی قائم کردہ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ساتھ وابستہ رہو، بحمد اللہ میرا طرز عمل یہی ہے اور ضمیر مطمئن ہے۔ ویسے تو علامہ صاحب کی ہر جگہ کی تقریر اور بڑے بڑے جلسوں میں کیا گیا ہر مقام کا خطاب مدلل و موثر اور اسلوب بیان کا ایک نرالہ انداز لئے ہوتا لیکن کچھ مقامات کی سالانہ کانفرسوں مثلاً ماموں کانجن کانفرنس، محرم میں بیگم کوٹ لاہور کی فضائل صحابہؓ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی ماہ ربیع الاول میں سیرت کانفرنس، چنیوٹ کی آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس اور اقبال پارک لاہور

کے عیدین کے اجتماعات میں خطابات پورا سال یاد رکھے جاتے اور آئندہ سال کے لئے لوگ منتظر رہتے۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران مسجد شہداء لاہور اور دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں علامہ صاحب کے دلنشیں اور ولولہ انگیز خطاب کے بعد نوابزادہ نصر اللہ خان اور آغا شورش کاشمیری اپنی تقریروں میں علامہ صاحب کی تحسین و آفرین کئے بغیر نہ رہ سکے۔

علامہ صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے خوش جمال و خوش جلال اور جرات و استقامت میں ڈوبے ہوئے لب ولہجہ کے پیکر تو وہ تھے ہی اور پھر کسی محفل کو کشتِ زعفران بنا دینا یا موقع کی نزاکت سے بڑھ لگا کر مخالف کے چہرے کو لٹکا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر ان کا ایک وصف سوز وگداز اور رقت وخشوع وخضوع بھی تھا۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ بیان کرتے تو ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں مسجد چینیاں والی میں نماز تراویح پڑھاتے ہوئے اور ختم قرآن کی دعاؤں میں بارہا ہم نے دیکھا کہ خود بھی بارگاہِ رب العزت میں آہیں بھرتے ہوئے گڑگڑا رہے ہیں اور مقتدیوں کو بھی رلا رہے ہیں یہاں تک کہ سحری کے وقت "ھم بالا سحار یستغفرون" کا سماں بندھ جاتا، ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ وہی محراب ہے جہاں حضرت سید عبد الواحدؒ غزنوی اور حضرت سید محمد داؤد غزنوی کی قرات اور آہ وزاریاں "وھم فی صلوٰتھم خاشعون" کی منظر کشی کرتی رہی ہیں نصف صدی قبل کی بات ہے کہ دھوبی گھاٹ کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو خطاب کرتے ہوئے راقم نے خود سنا۔ میں نے ایک ہی نمازِ فجر حضرت سید عبد الواحدؒ غزنوی کی امامت میں ادا کی ہے جس کی لذت وتاثیر آج تک قلب وجگر سے محو نہیں ہو سکی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی تو یقیناً انہی پاکبازوں کے جانشین اور روحانی فرزند تھے جنہیں روحانیت کے ساتھ ساتھ قدرت نے شگفتہ بیانی اور آب دار خطابت بھی عطا فرمائی تھی۔

میرے والدِ مرحوم اور علامہ صاحب کے والد حاجی ظہور الٰہیؒ ایک دوسرے سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے، حاجی صاحب کاروباری سلسلے میں مہینے میں ایک دوبار فیصل آباد آتے تو والد صاحب سے ضرور ملتے علامہ صاحب کے ایک چھوٹے بھائی کا رشتہ فیصل آباد میں حاجی محمد شریف مرحوم کلاتھ ہاؤس کے ہاں والد صاحب نے کرایا تھا۔

23 مارچ 1987ء کو علامہ صاحب اور ان کے رفقاء کی شہادت سے ملک کے دینی حلقوں میں اندھیرا چھا گیا جگہ جگہ احتجاج اور جلسے اور جلوسوں کا سلسلہ چل نکلا جو ایک فطری بات تھی فیصل آباد کارخانہ بازار میں استاذی المکرم مولانا محمد اسحاق چیمہؒ کی صدارت میں ہم نے ایک بڑے تعزیتی جلسے کا اہتمام کیا جس کے مقررین میں امیر محترم علامہ ساجد میر حفظہ اللہ مولانا محمد عبد اللہ بوریوالہ اور مختلف مکاتبِ فکر کے مقامی علماء مولانا تاج محمودؒ مولانا عبد الرحیم اشرف اور صاحبزادہ افتخار الحسن تھے۔ ابتداء میں راقم نے کہا کہ تقسیم ملک سے قبل کسی اجتماع میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مطابق علامہ محمد ابراہیم سیالکوٹی نے فرمایا تھا کہ اگر اسلام کی صداقت پر کسی طرف سے بھی کوئی اعتراض کرتا ہے تو دوسرے دن کے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے مولانا ثناء اللہ اس کا دندان شکن جواب دیکر معترض کو لاجواب کر دیتے ہیں آج کے دور میں یہ توفیق ایزدی علامہ احسان الٰہی ظہیر کے حصے میں آئی کہ وہ کسی بھی نئے فتنے اور باطل نظریے کی فی الفور ایسی سرکوبی کرتے کہ ان کے دلائل وبراہین کے آگے کسی کی دال نہ گلتی۔

علامہ صاحب کی شہرہ آفاق تصانیف مذاہب باطلہ کے استحصال اور تردید میں اہلِ علم کے نزدیک مستند قرار دی گئی ہیں جن کے تراجم اردو عربی اور انگلش اور دوسری زبانوں میں شائع ہو کر لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے اکثر ممالک کی لائبریریوں کتب خانوں کی زینت ہیں جن سے کتنے ہی قارئین شرک وبدعات اور فرسودہ تصورات اور ضلالت وگمراہیوں کو ترک کر کے اسلام

کی صافی تعلیمات سے روشناس ہوئے اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔ عام اجلاسوں اور عوامی کانفرنسوں میں علامہ صاحب کے خطاب کا عنوان زیادہ تر قرآن وسنت کی اہمیت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ کا منصب رسالت اور آپ کی سیرت مقدسہ ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ سے انہیں والہانہ شغف بلکہ عشق تھا اور آپؐ کے شہر مبارک مدینہ منورہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی یوں سمجھئے کہ ان کی تمام تر تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز ومحور بس مدینہ منورہ تھا، وہ مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے وہاں سے فیض یاب ہونے کے بعد بھی دو چار ماہ کے بعد کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت ان کے مقدر میں رہی حرمین شریفین کی ضیا پاشیوں سے ان کا دل ودماغ ہر آن روشن ومنور ہی رہا بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے دارِ ہجرت مدینہ منورہ کے ساتھ ان پر کیسا فضل واحسان ٹھہرا کہ شہادت کا سانحہ لاہور برپا ہوتا ہے اور مدفن مدینہ منورہ کا مقدس قبرستان جنت البقیع بنتا ہے۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" آج کے ملکی انحطاط پذیر حالات میں جبکہ عدلیہ وانتظامیہ کے درمیان رسہ کشی جاری ہے اور ہر طرف آمریت نے جال بچھا رکھا ہے علامہ صاحب بہت یاد آتے ہیں کیونکہ وہ نہ صرف اسلام کے بہت بڑے مبلغ بلکہ آمریت کے شدید مخالف اور جمہوری اقدار کے بھی علمبردار تھے، تاہم امیر محترم علامہ ساجد میر کی قیادت بسا غنیمت ہے۔

پرنسپل جامعہ سلفیہ مولانا محمد یسین ظفر کو صدمہ

گذشتہ دنوں مولانا یٰسین ظفر کو پرنسپل جامعہ سلفیہ کی خوشدامن مختصر علالت کے بعد ہارون آباد میں رحلت فرما گئی۔ ان للہ وانا الیہ راجعون

ان کی نماز جنازہ 3 اپریل بروز منگل بعد از نماز ظہر ہارون آباد میں ادا کی گئی۔ جس میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مرحومہ صوم صلوۃ کی پابند نہایت صالحہ خاتون تھیں۔ آپ نے بڑی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزاری۔ بے حد مہمان نواز تھیں۔

جامعہ سلفیہ میں اساتذہ کا ایک اہم ہنگامی اجلاس ہوا۔ جس میں مولانا یٰسین ظفر کی خوشدامن کی رحلت پر اظہار تعزیت کیا گیا۔ اور دعا مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ اور تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین (ادارہ)

درخواست دعائے صحت

جماعت کے معروف عالم دین حضرت مولانا علامہ حکیم محمد ابراہیم طارق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل صفدر آباد کا گذشتہ دنوں پنجاب کارڈیالوجی لاہور میں بائی پاس اپریشن ہوا ہے علامہ صاحب ماشاء اللہ روبصحت ہیں قارئین مزید دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کو صحت کاملہ دعاجلہ عطا فرمائے آمین۔ (ادارہ)

قارئین کرام توجہ فرمائیں

جن حضرات کا سالانہ زرتعاون ختم ہو چکا ہے وہ اولین فرصت میں سالانہ زرتعاون مبلغ -/150 روپے بھجوائیں۔ بصورت دیگر ادارہ شمارہ بند کرنے کا مجاز ہے۔